B.A. Part III
Paper VIII
Page - I
Section - Prosody
Date - 25.07.20

Topic - Ilmul Oruz - wajh-e-Tasmiyah, Tareekh aur Zarurat

علم العروض - وجہ تسمیہ، تاریخ اور ضرورت

علم عروض - اس علم کو کہتے ہیں جس میں اشعار کے اوزان اور ان میں جو تبدیلیاں واقع ہوں ان سے بحث کی جائے۔

اس نام کی کئی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے مشہور یہ دو ہیں۔

۱- بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشہر مکہ کا ایک نام عروض ہے۔ اور یہ کہ خلیل بن احمد نے اسے مکہ میں ایجاد کیا۔ اسی لئے اس کا نام عروض رکھ دیا گیا۔

۲- اس کی دوسری وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عربی زبان کی مشہور کتاب "المعجم فی اشعار العجم" کے مطابق اسے عروض اس لئے کہتے ہیں کہ شعر کو اس پر عرض کرتے ہیں یعنی یہاں یہ معروض کے معنی میں ہے۔

دراصل وزنِ شعر کا تعلق موسیقی اور ترنم سے ہے۔ جب سے شاعری موجود ہے کسی نہ کسی قسم کا وزن یا آہنگ بھی اس میں مضمر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف اقوام کا نظام موسیقی و نظام آہنگ مختلف ہوتا ہے۔ زبان اور بول سے قطع نظر ہم کسی ساز مثلاً وائلن کی ساز سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت ہندوستانی موسیقی پیش کی جا رہی ہے۔ یا انگریزی موسیقی کا دھن سنا یا جاپانی موسیقی کی آواز آرہی ہے وغیرہ۔ اس طرح ہم ان موسیقی میں مختلف اقسام کے نظام ترنم کو محسوس کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں پروفیسر گیان چند جین نے اپنی کتاب "اردو کا اپنا عروض" میں ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

"عربی فارسی اور اردو کا عروض مشترک ہے لیکن ان کی موسیقی مختلف ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے اپنے ایک تجربے کا بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے قیام پیرس میں عربی فارسی اور اردو کا ایک ہی بحر کا ایک ایک شعر کا انتخاب کیا۔ ان کے سامنے ایک عرب دوست اور ایک ایرانی دوست اور خود انہوں نے باری باری سے اپنی اپنی زبان کا شعر تحت اللفظ پڑھا۔ ہر بار بقیہ دو سامعین نے اعتراض کیا کہ قائل شعر کو وزن سے خارج کر کے پڑھ رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ہی وزن کو ادا کرنے میں مختلف قوموں کا انداز شعر خوانی مختلف ہوتا ہے۔"

عربی شاعری، علم عروض کے موجد خلیل بن احمد سے کئی سو سال پہلے موجود تھی۔ اس نے اپنی اس

شاعری کا تجزیہ کر کے اس کے وزن کو ایک علم کی صورت دی۔ ٹھیک اسی طرح جیسے انسان الفاظ کا استعمال ازل سے کرتا ہے۔ ماہر لسانیات نے ایک بعد میں اس کے مطالعہ سے صوتیات اور صرف و نحو کے علوم اور قواعد وضع کئے ہیں۔

وزنِ شعر کا اپنا نظام ہر زبان کی شاعری میں ہے۔ اس لئے عروض کا اطلاق کسی خاص زبان مثلاً عربی تک محدود نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن بالعموم ہم عروض کی اصطلاح کا اطلاق عربی، فارسی اور اردو کے علم کے اوزان پر کرتے ہیں۔

خلیل بن احمد نے اپنے سے پہلے کی عربی شاعری کا تجزیہ کر کے اوزان دریافت کئے۔ انہیں پندرہ زمروں میں گروہ بند کیا اور زمرے کو بحر کا نام دیا۔ اسی طرح ہر وزن کے اجزا کو کئی ارکان کا مجموعہ قرار دیا۔ ان ارکان کے نام عربی حروف مادے "ف ع ل" کی ترکیب سے تشکیل دیئے۔ ایک بحر کے اوزان میں سے ایک وزن کو بحر کا سالم اور ایک بنیادی وزن قرار دیا۔ بقیہ اوزان کو بنیادی بحر سے منسلک کرنے کی خاطر زحافات کا استعمال کیا۔ یعنی فلاں رکن سے فلاں تبدیلی کے ذریعہ فلاں رکن مشتق کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام کو ایک بحر کی فروعات کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ فروعی اوزان پہلے دریافت کئے گئے اور ان کی بحروں میں زمرہ بندی بعد میں کی گئی۔ لیکن اوزان کو بحر سے منسلک کرنے والے زحافات کے نام انتہائی ثقیل اور عجیب اصطلاحیں ہیں کہ جن کا سمجھنا دشوار ترین امر ہے۔ اسی ضمن میں پروفیسر گیان چند جین لکھتے ہیں۔

"اردو زبان میں عام طور پر ۱۹ بحروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کئی بحریں اور متعدد فروعی اوزان استعمال نہیں ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ عربی اور فارسی میں مستعمل کئی اوزان مثلاً بحر متقارب اور بحر متدارک میں اردو شعراء نے ہندی سے ترکیبی ایسے اوزان کا اضافہ کیا ہے کئی ایسی آزادیاں روا رکھی ہیں جو عربی اور فارسی میں نہیں ملتی ہیں۔ اردو شعراء نے ہندی سے بھی کئی ایسے اوزان کا اضافہ کیا ہے۔ جو عربی اور فارسی میں نہیں ملتی ہیں۔ مثنوی اور مسدس کے اوزان بیت کے تصور پر مبنی ہیں۔ یعنی دو مصرعوں میں ارکان کی تعداد اتنی ہوتی ہے۔ اسی طرح آزاد نظم نے بیت کی بجائے مصرع کو اردو شاعری کی اکائی بنا دیا ہے۔ آزاد نظم میں مصرعے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ ان کو کس کس رکن پر توڑا جائے اور کس رکن سے اگلا مصرع شروع کیا جائے۔ اس کے بارے میں اردو شاعری کو رہبری کی ضرورت ہے۔"

اس طرح اردو شعراء کے ان اختیارات کو اردو کے عروضیوں نے گرفت نہیں کیا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو کے اپنے آسان عروض میں کچھ ترمیم کر کے چند اصول مرتب کئے جائیں۔ اس کے لئے بنیادی بحر مقرر کر کے اس سے اوزان کے مستخرج کرنے کا طریقہ اپنایا جائے۔